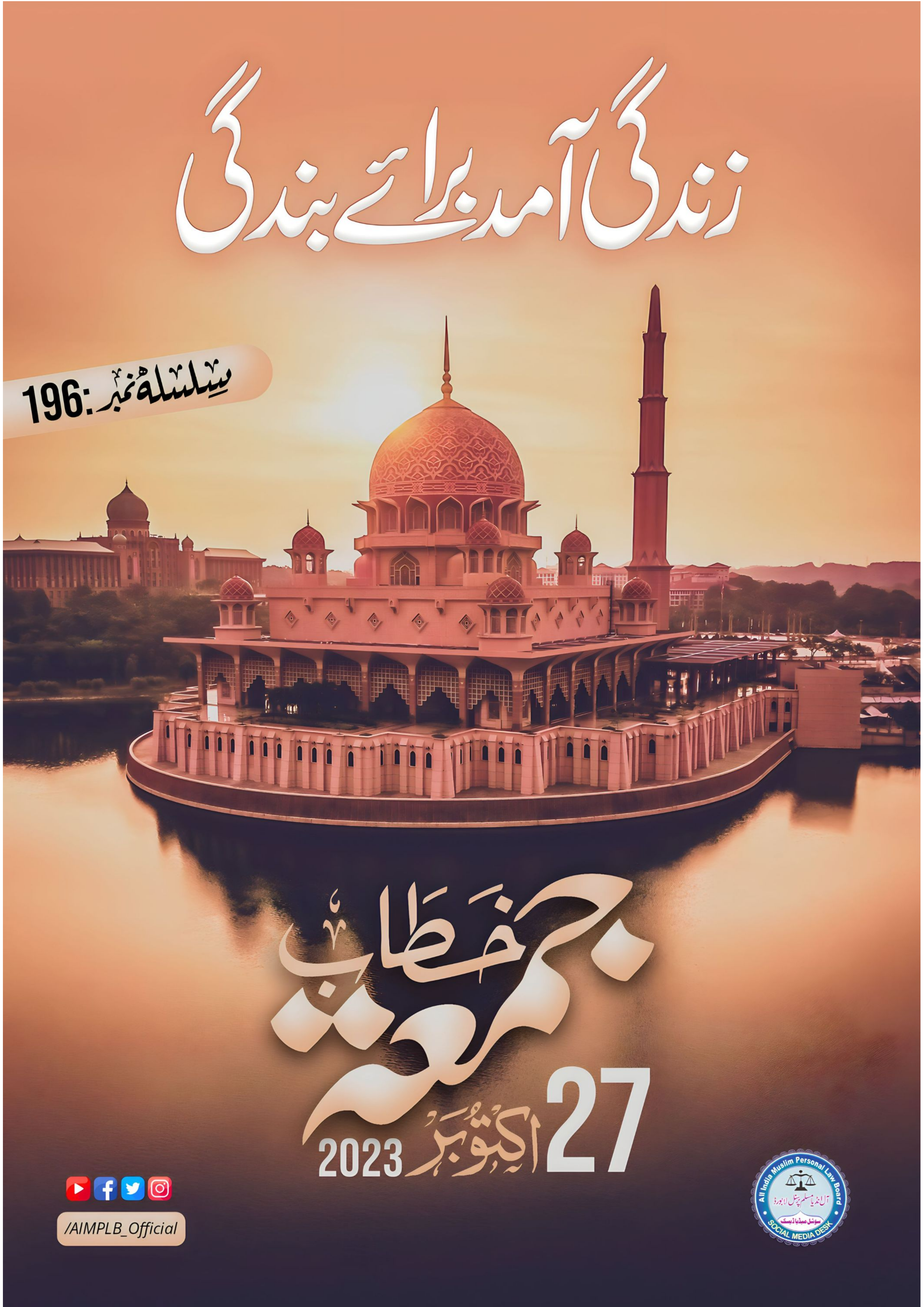
زندگی آمد برائے بندگی
سلسلہ نمبر: 196
خطاب جمعہ
27 اکتوبر 2023
/AIMPLB_Official
All India Muslim Personal Law Board
آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
سوشل میڈیا ڈیسک
SOCIAL MEDIA DESK

خطاب جمعہ: ۲۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء

زندگی آمد برائے بندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقانِ الحمید اعوذ باللہِ من الشیطان الرجیم ، بسم اللہِ الرحمن الرحیم وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاتِیَکَ الْیَقِیْنُ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

مقصدِ زندگی

انسانوں کی زندگی مقصد اللہ کی بندگی ہے۔ ع

زندگی	آمد	برائے	بندگی
زندگی	بے	بندگی	شرمندگی

اللہ نے بندگی کے لیے زندگی دی ہے، جو بندگی کے بغیر زندگی گذارے گا وہ آخرت میں شرمندگی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو کیسے فضائل، کیسی خصوصیات اور کتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا، آپ ﷺ کو بڑے سے بڑا جو لقب دیا جاتا وہ آپ کی عظمت کے لحاظ سے کم تھا۔ لیکن قرآن مجید میں عام طریقہ پر حضور اکرم ﷺ کے لیے جو لقب استعمال ہوا ہے وہ ''بندے'' کا لقب ہے، یعنی بندگی کرنے والے! سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

ہر عیب سے پاک ہے وہ اللہ جو اپنے خاص بندے (حضرت محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے (بہت سی) برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک وہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر یہ کتاب اتاری اور اس کتاب میں کچھ بھی ٹیڑھا پن نہ رکھا۔ (سورۂ کہف: آیت ۱) قرآن مجید میں یہ لقب اس لیے ذکر ہوا ہے تاکہ قیامت تک آنے والی امت یہ سمجھے کہ نبی کریم ﷺ کی بنیادی حیثیت بندے کی ہے، اسی کا اقرار کروایا گیا، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ' (میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) حضور اکرم ﷺ عبادت کا کتنا اہتمام فرماتے تھے، آپ معصوم تھے، گناہ کا کوئی داغ دھبہ آپ پر نہیں تھا، بفرض محال کوئی غلطی آپ سے ہو جاتی تو اس کی معافی کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے اوپر ذمہ داریاں کتنی تھیں، آپ پورا دن تعلیم، تبلیغ، لوگوں کی خدمت اور نفع رسانی میں مشغول رہتے تھے۔ گھر کے کام کاج میں حصہ لیتے تھے، ازواج مطہرات کی خبر گیری کرتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے، ان تمام مشغولیتوں کے باوجود عبادت کا اتنا اہتمام ہے کہ رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو اتنی دیر تک نماز پڑھتے ہیں کہ قدم مبارک پر ورم (سوجن) آجاتا ہے۔

سات گھنٹے میں دو رکعت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ رات کے وقت نماز پڑھ رہے تھے، میں پیچھے جا کر شریک ہو گیا۔ آپ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی پھر سورہ بقرہ شروع کی، میں نے یہ خیال کیا کہ سو آیات پر آپ رکوع فرمائیں گے۔ لیکن آپ آگے پڑھتے گئے سورہ بقرہ مکمل ہوئی، مجھے یہ خیال ہوا کہ اب آپ رکوع فرمائیں گے، لیکن آپ ﷺ آگے بڑھ گئے اور سورۂ آل عمران شروع فرمائی، پھر اسے بھی مکمل فرمایا۔ پھر آپ نے سورہ نساء شروع کردی اور وہ مکمل ہوئی، پھر سورہ مائدہ شروع فرمائی۔

محدثین نے وقت کا اندازہ کیا ہے کہ حضور ﷺ نے دو رکعت نماز سات گھنٹے میں ادا فرمائی، اس لیے کہ آپ کی تلاوت عجلت کے ساتھ نہیں ہوئی تھی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں اللہ کی رحمت کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ سے رحمت کا سوال کرتے، اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں عذاب کا تذکرہ ہوتا تو آپ عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے۔ کوئی ایسی آیت آتی جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا، تو آپ اللہ کی پاکی بیان کرتے، پھر آگے

تلاوت فرماتے، اور جتنا لمبا قیام آپ نے فرمایا اتنا ہی لمبا رکوع فرمایا، پھر اتنا ہی لمبا سجدہ فرمایا۔ آپ اندازہ کیجئے کہ اللہ کے حضور میں حاضر ہو کر کس لطف ولذت کے ساتھ آپ ﷺ تلاوت فرماتے تھے۔

قیام اور رکوع کی طوالت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پیچھے میں نے نیت باندھی، حضرت ﷺ نے لمبا قیام کیا تو میں نے ایک بری بات کا ارادہ کرلیا، لوگوں نے پوچھا کہ کس بری بات کا ارادہ کرلیا؟ فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں حضرت ﷺ کو چھوڑ دوں، یعنی اتنا لمبا قیام ان کی استطاعت سے باہر تھا۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو میں بھی شریک ہوگئی، لیکن قیام تک ہی شریک رہی، رکوع اتنا لمبا ہوا کہ میں نے نماز چھوڑ دی، صبح میں نے حضور ﷺ سے تذکرہ کیا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو میں بھی شامل ہوئی لیکن آپ نے اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری ناک سے خون نکل آئے گا۔ اس لیے میں نے نماز چھوڑ دی۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے۔

سجدے میں دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں سوگئی، اللہ کے رسول بھی میرے حجرے میں آرام فرما رہے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے آپ ﷺ کو موجود نہیں پایا۔ آپ کو تلاش کرنے نکلی، مسجد سے متصل ان کا حجرہ تھا، اور روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تلاش کرتے ہوئے میں مسجد میں گئی تو اندھیرے میں آپ کے قدموں پر میرا ہاتھ لگا، میں نے دیکھا آپ ﷺ سجدے کی حالت میں ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَ اُعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَااُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

اے اللہ! میں آپ کی ناراضگی سے آپ کی رضامندی کی پنا چاہتا ہوں، اور آپ کے عذاب سے آپ کی عافیت کی پناہ چاہتا ہوں، اور آپ کی ذات کی پناہ آپ سے حاصل کرتا ہوں! اللہ! جیسی آپ نے اپنی ذات کی تعریف بیان کی ہے میں ویسی تعریف بیان نہیں کرسکوں گا۔

حضور ﷺ رات کو نماز ذکر تلاوت، تسبیح، اور دعا میں مشغول رہتے تھے، اور اللہ کے حضور میں روتے تھے۔ عبداللہ ابن شخیر ایک صحابی ہیں، کہتے ہیں کہ میں رات کے وقت گیا تو حضور ﷺ دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے سنا کہ آپ کے سینے سے رونے کی ایسی آواز نکل رہی تھی گویا کہ کوئی دیگچی ہے جس میں پانی ابل رہا ہے۔ وَلِصَدْرِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ (مسند احمد)

دعا میں لذت

حضور ﷺ تنہائی میں لمبی دعائیں مانگا کرتے تھے، اسی لیے ہمارے مشائخ نے یہ بات لکھی ہے کہ خلوت اور تنہائی میں لمبی دعا مانگنا چاہئے۔ جس انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوجاتا ہے اسے مانگنے میں لذت ملتی ہے، عارفین نے یہ بات لکھی ہے کہ انسان جو چیز اللہ سے مانگتا ہے وہ اسے ملے یا نہ ملے، لیکن دعا مانگنا ایسی لذیذ چیز ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی منزل پالیتا ہے یعنی اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ میرا پروردگار ہے جس کے آگے میں نے ہاتھ پھیلایا ہے، اس لیے دیر تک اللہ سے مانگنا چاہئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کی شان یہ ہے کہ مانگنے سے اللہ خوش ہوتا ہے، انسانوں کی حالت یہ ہے کہ جب ان سے مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں، اس لیے اللہ ہی سے مانگنا چاہئے، اگر اللہ کے علاوہ ہم کسی انسان کے سامنے اپنی ضرورت بیان کریں گے تو اس انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ ہماری ضرورت پوری کرے، لیکن اللہ جو تمام خزانوں کا مالک ہے، وہ ہر ایک کی پریشانی کو دور کرنے اور ہر ایک کی ضرورت پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

حضور ﷺ لمبی دعا مانگتے تھے، اللہ کے حضور میں روتے تھے بلکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے رونے والی آنکھ مانگتے تھے، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَزْکِیَانِ الْقَلْبَ وَتَذْرِفَانِ الدَّمْعَ

اللہ مجھے ایسی بہنے والی آنکھیں عطا فرما جو میرے دل کو سیراب کردیں اور خوب آنسو بہائیں۔

حضور ﷺ اللہ کے حضور میں اپنی عاجزی کا اظہار فرما کر اللہ کی رحمت کا سوال کرتے تھے، حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت حضور ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور رو پڑے۔ پھر بسم اللہ پڑھی اور رو پڑے۔ پھر بسم اللہ پڑھی اور رو پڑے۔ پھر تین مرتبہ ارشاد ہوا: وَیْلٌ لِّمَنْ لَمْ تُدْرِکْہُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ اس شخص کے لیے ہلاکت ہے، جسے اللہ کی رحمت نصیب نہ ہو!

قرآن کی تلاوت سن کر حضور ﷺ رو پڑے

حضور ﷺ کا دل کیسا نرم تھا، رات کے وقت آپ مدینہ میں گشت کر رہے تھے اور جائزہ لے رہے تھے کہ کون عبادت کر رہا ہے، اور کون تلاوت کر رہا ہے؟ کسی گلی سے گذر رہے تھے، کہ ایک گھر میں کوئی بوڑھی خاتون سورہ غاشیہ کی تلاوت کر رہی تھی اس نے سورہ غاشیہ کی پہلی آیت پڑھی، هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ کیا آپ کو ڈھانک لینے والی (قیامت) کا معاملہ پتہ چل چکا ہے۔ اس میں حضور ﷺ سے خطاب ہے کہ کیا آپ تک ڈھانپ لینے والی چیز کی خبر نہیں پہونچی؟ یعنی قیامت! وہ خاتون یہ آیت پڑھتی ہے اور روتی ہے، پھر یہی آیت دہراتی ہے، حضور ﷺ رک گئے اور اس کے دروازہ سے قریب ہو گئے پھر دروازہ پر سر رکھ دیا اور رو پڑے، اور پھر ارشاد فرمایا: نَعَمْ اَتَانِيْ اے اللہ کی بندی! ہاں قیامت کی خبر مجھ تک آچکی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے مجھ سے کہا کہ مجھے قرآن مجید سناؤ! میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ ہی پر قرآن نازل ہوا ہے، اور میں آپ ہی کو سناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دل یہ چاہتا ہے کہ اپنے علاوہ کسی سے قرآن سنوں، چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ نساء کی تلاوت کی، کہتے ہیں کہ جب میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

ترجمہ: قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے، اور آپ کو ان تمام گواہوں پر گواہ بنائیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا: حسبک (بس کرو) میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا: فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ آپ کی آنکھیں بھر آئیں! ایک روایت میں ہے فَاِذَا دُمُوْعٌ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ آپ کے آنسو آپ کی ڈاڑھی مبارک سے گر رہے تھے۔

حضور ﷺ کے روزوں کا حال

حضور ﷺ کی عبادت کا کیا عالم تھا کہ نماز، روزہ، ذکر، تسبیح اور دعا، سب میں آپ کتنا وقت گذارتے تھے، جب روزہ رکھتے تو مسلسل روزہ رکھتے، حدیث میں ہے کہ اپنے روزوں کو جوڑ لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ تین تین دن تک بغیر کچھ کھائے پیئے روزہ رکھتے تھے۔ صوم وصال اسے کہتے ہیں کہ درمیان میں افطار و سحر نہیں کرتے تھے۔ صحابہ نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا کہ ہم بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی طرح روزہ رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّكُمْ لَسْتُمْ عَلٰى هَيْئَتِيْ تم میری طرح نہیں ہو، اللہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے، شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے اور پینے کی چیزیں بھیج دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ایسی حکمتیں اور ایسے علوم عطا کرتا تھا، جن کی وجہ سے کھانا پینا حضور ﷺ کے ذہن سے محو ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی کیفیت صحابہ کی نہیں تھی اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس طرح روزہ نہ رکھو!۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے سخت گرمی کا زمانہ تھا، عرب کی گرمی اتنی سخت ہوتی ہے کہ آج بھی اتنے وسائل کے باوجود اچھے خاصے لوگ اس گرمی کو برداشت نہیں کر پاتے۔ اس زمانہ میں تو ایسے وسائل بھی نہیں تھے، اونٹ پر سفر ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں تھے اور پوری جماعت میں کوئی روزہ سے نہیں تھا۔ لوگ اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے تھے تاکہ دھوپ کی شدت سے بچ سکیں، صرف دو لوگ روزہ سے تھے، ایک اللہ کے رسول ﷺ اور دوسرے عبداللہ ابن رواحہؓ، حالانکہ سفر میں رخصت ہے۔ حضور ﷺ نے جہاد کے سفر میں صحابہ کو روزہ رکھنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ لیکن اسی گرمی کے عالم میں جب لو چل رہی تھی، آپ ﷺ روزے سے تھے۔

عبادت کریں موت تک

قرآن کریم میں حضور ﷺ کو حکم دیا گیا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورہ حجر آیت ۹۹)

آپ اپنے پروردگار کی عبادت کیجئے، یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے!

یقین یہاں موت کے معنی میں ہے اس لیے کہ موت سے زیادہ یقینی چیز اور کون سی ہے؟ دنیا میں مذاہب، تہذیبوں اور نظریات کا اختلاف ہے، کسی چیز کو مسلمان مانتے ہیں تو ہندو نہیں مانتے، کسی چیز کو عیسائی مانتے ہیں تو یہودی نہیں مانتے، لیکن موت ایسی یقینی چیز ہے کہ مسلمان اور کافر، عالم و جاہل، حاکم و محکوم، مالدار و نادار سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا جب انسان دنیا سے رخصت ہو جائے گا اور کب موت آجائے کہا نہیں جا سکتا۔

دینی خدمت گاروں کے لیے نصیحت

حضور ﷺ سے کہا گیا:

فَاِذَا فَرَغتَ فَانصَب وَاِلٰی رَبِّکَ فَارغَب (سورہ الم نشرح آیت: ۷+۸)

آپ جب فارغ ہو جائیں تو اللہ کی عبادت کے لیے کھڑے ہو جائیے، اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کے ساتھ جڑ جائیے!

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے یہ بات لکھی ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے، جو دینی خدمت انجام دیتے ہیں، وہ اگر خیال کریں کہ ہم تو اتنے دینی کام کرتے ہیں، قرآن سکھاتے ہیں، کتاب لکھتے ہیں، وعظ و نصیحت کرتے ہیں، اب الگ سے عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کو اس آیت پر غور کرنا چاہئے کہ کائنات کے سب سے بڑے معلم، داعی اور سب سے بڑا دینی انقلاب برپا کرنے والے سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ جب فارغ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائیں مشائخ نے لکھا ہے کہ جو آدمی صرف دینی کام کرے گا اور تنہائی میں اللہ کے آگے مناجات نہیں کرے گا۔ ذکر نہیں کرے گا، رات کو اٹھ کر خدا کی بارگاہ میں اپنی پیشانی نہیں جھکائے گا، ایسے شخص کی باتوں میں کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کی مثال کنویں کی ہے کہ ایک گھنٹہ اس میں سے پانی نکالا جاتا ہے، تو پھر دو تین گھنٹے کے لیے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ پانی کی سطح برابر ہو جائے۔ جس کنویں سے مسلسل پانی نکالا جاتا ہے اور اس کو چھوڑا نہیں جاتا تو پھر اس کنویں کا پانی ختم ہو جاتا ہے اور کیچڑ نکلنے لگتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دین کا کام تو کرے گا لیکن خدا کا ذکر نہیں کرے گا، ذکر و تلاوت نہیں کرے گا۔ لمبی لمبی نمازیں نہیں پڑھے گا، دعا نہیں مانگے گا، اس شخص سے فائدہ کے بجائے نقصان پہنچے گا، یہ بہت بڑا دھوکہ ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دین کا کام کر لیا تو اب ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ ہم الگ سے عبادت اور ذکر و تلاوت کریں، اور نوافل پڑھیں، ہرگز نہیں!

سفر جہاد میں تلاوت کا اہتمام

ہمیں روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہیے، ذکر کا اہتمام کرنا چاہیے اور اللہ کے حضور پیشانی جھکانی چاہیے، خواہ کتنی ہی مشغولیت ہو، عمر مختار جو اٹلی کی مضبوط حکومت سے بیس سال تک لیبیا کے صحراؤں میں لڑتے رہے۔ ۷۴ رسال کی عمر میں گرفتار ہوئے اور شہید کر دیئے گئے۔ وہ اپنی جوانی میں اس زمانے کے بہت بڑے شیخ سے مرید ہوئے۔ کہتے ہیں کہ میں اپنے شیخ کے ساتھ سفر میں تھا، خیموں میں قیام تھا، میں حضرت کے خیمہ میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت ہمارے دیگر ساتھیوں کو آپ نے بہت سارے اذکار اور وظائف بتائے ہیں، مجھ کو بھی آپ کوئی چیز بتا دیجئے! کہتے ہیں کہ حضرت کے پاس قرآن مجید کا نسخہ رکھا ہوا تھا، جس میں وہ تلاوت فرماتے تھے۔ وہ اٹھا کر انہوں نے مجھے دے دیا اور کہا: تمہارا وظیفہ قرآن کی تلاوت ہے۔

عمر مختار مسلسل جہاد میں رہتے تھے۔ دن رات محنت و مشقت میں گزر رہی ہے۔ لیکن زندگی کے آخری دن تک انہوں نے کبھی تلاوت کا ناغہ نہیں کیا، وہ روزانہ ایک منزل قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ آج ہمیں ہر طرح کی سہولتیں میسر ہیں، نعمتیں ہیں، صحت ہے، اس کے باوجود قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام نہیں ہے، نوافل کی عادت نہیں ہے، ذکر کی لذت سے ہم نا آشنا ہیں، ایک بزرگ کے تذکرے میں ہے کہ رات کی تنہائیوں میں وہ اپنے نفس سے خطاب کر کے کہتے تھے کہ آج قرآن پڑھ لے، نفل پڑھ لے اور ذکر کر لے، مر جائے گا تو کون تیری طرف سے تلاوت کرے گا؟ کون تیری طرف سے نماز پڑھے گا، اور کون تیری طرف سے ذکر کرے گا؟ آج موقع ہے تو اپنے لیے توشہ سفر آگے بھیج دے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو رہا تھا، وہ رونے لگے، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا: دنیا کے چھوٹ جانے پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ سفر بہت لمبا ہے اور توشہ بہت تھوڑا ہے۔ ہم بھی غور کریں کہ اللہ کے دربار میں جانے کے لیے ہم نے اعمال کا کون سا سرمایہ اکٹھا کیا ہے؟ کتنے نوافل ہیں؟ تلاوت کتنی ہے؟ حقوق کی ادائیگی کا کتنا اہتمام ہے؟

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

غور کر لیجئے! زندگی برابر کم ہو رہی ہے، دن کٹتے جا رہے ہیں، اور راتیں بیت رہی ہیں، ہر وہ سانس جو جسم سے نکلی ہے، وہ کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں! وقت کا جو لمحہ گزر گیا وہ کبھی دوبارہ ہماری زندگی میں نہیں آئے گا۔ ع

وقت کا ہر لمحہ یہ کہتا ہوا گزرا مجھ سے
ساتھ چلنا ہے تو چل میں تو چلا جاؤں گا

عربی شاعر کہتا ہے

دَقَّاتُ قَلبِ المَرءِ قَائِلَةٌ لَہٗ
اِنَّ الحَیَاۃَ دَقَائِقُ وَثَوَانِی

انسان کے دل کی دھڑکنیں انسان سے کہتی رہتی ہیں کہ زندگی تو بس یہی سیکنڈ اور منٹ ہے، یہ بیت جائیں گے گویا کہ زندگی بیت جائے گی۔ انسان آہستہ آہستہ

اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے، کب کون رخصت ہو جائے گا کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ہم یہ غور کریں کہ ہم نے اپنی اگلی زندگی کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْس’‘ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (سورہ ممتحنہ آیت ۱۸)

ہر انسان غور کرے کہ آنے والے کل کے لیے کیا چیز اس نے آگے بھیجی ہے؟

انسان کی زندگی کا مقصد بندگی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی کی بہترین مثال ہمارے سامنے پیش کی ہے، کیا دنیا کا کوئی ولی، کوئی غوث و قطب و ابدال اور کوئی بڑے سے بڑا عالم ویسی مثال پیش کر سکے گا! عربی شاعر نے کہا تھا ع

كَيْفَ تَرْقٰى لِرُقِيكَ الْاِنْبِيَاءُ

يَاسَمَاءُ مَاطَاوَلَتْهَاسَمَاءٌ

اے اللہ کے پاک نبی! انبیاء کہاں آپ کی بلندیوں تک پہنچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان! جس کی بلندی کا مقابلہ کوئی دوسرا آسمان نہیں کرسکتا۔

اِنَّمَا مَثَّلُوا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ

كَمَامَثَّلَ النُّجُومَ الْمَاءُ

انبیاء نے تو بس آپ کی عادتوں اور صفات کی ایک جھلک دنیا کے انسانوں کو دکھادی، جیسے پانی آسمانی کے ستاروں کا عکس دکھاتا ہے۔

پھر آخری شعر میں کہتا ہے۔ ع

حَنَّ جِذْعٌ اِلَيْكَ وَهُوَجَمَادُ

فَعَجِيْبٌ اَنْ يَّجْمُدَ الْاَحْيَآءُ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ایک لکڑی کے تنے نے آپ کی جدائی میں آنسو بہایا ہے حالانکہ وہ تو جمادات میں سے ہے، کتنی عجیب بات ہے کہ ایک لکڑی کا تنا آپ کی یاد میں آنسو بہائے اور گوشت پوست کا انسان اس سے محروم رہ جائے!

جب لکڑی کا تنا رونے لگا!

لکڑی کے تنے سے مراد وہ کھجور کا تنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس سے ٹیک لگا کر خطاب فرماتے تھے، جب منبر رکھا گیا اور وہ ہٹا دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائیگی کی وجہ سے وہ اس طرح رونے لگا جیسے کوئی چھوٹا بچہ بلک بلک کر روتا ہے، طبرانی کی روایت ہے کہ آخری صف میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے بھی رونے کی آواز سنی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نیچے اتر کر تشریف لائے اور اس تنے کو سینے سے چمٹا لیا اور اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کا رونا رک گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اسے سینے سے نہ چمٹاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار دیا کہ یا تو تم کو پھر تمہاری جگہ رکھ دیا جائے یا تم کو جنت میں اگا دیا جائے؟ اس نے جنت میں اگایا جانا منظور کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زمین میں دفن کروادیا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگی کا ایک اعلیٰ معیار قائم کر کے بتا دیا، اب ہماری بھی یہ ذمہ داری ہے کہ جتنا ہو سکے، ہم اللہ کی عبادت اور بندگی میں وقت گذاریں اور اپنی زندگی کا ایسا نظام بنائیں جس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی بندگی کے لیے ہو! ضروریات زندگی کے لیے کم سے کم وقت ہو، دنیا میں جتنا وقت رہنا ہے بس اتنی تیاری دنیا کے لیے کریں، دنیا میں بہت زیادہ منصوبہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آخرت ہماری اصل منزل ہے وہاں کی فکر اور تیاری کریں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

سوشل میڈیا ڈیسک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ہر ہفتہ خطاب جمعہ حاصل کرنے کے لیے درج ذیل نمبر پر اپنا نام اور پتہ ارسال کریں

9834397200